بیگم حسرت

بیگم حسرت موہانی ان خواتین میں سے ہیں جن کا میں حقیقی معنوں میں احترام کرتا ہوں۔ یہ ان عورتوں میں سے ہیں جن پر ہندو پاکستان سدا فخر کریں گے۔ اگرچہ یہ سیاسیات میں پیش پیش نہ تھیں تاہم وہ اپنے بہادر خاوند کا ساتھ دینے کے لیے اس تحریک سے دلچسپی رکھتی تھیں جس سے حسرتؔ کو دلچسپی تھی۔ حسرتؔ سودیشی کے معاملہ میں بال گنگا دھر تلک کی پالیسی پر گامزن تھے اور انہی کی پیروی میں انہوں نے عہد کیا تھا کہ ہمیشہ سودیشی چیزیں استعمال کریں گے۔ ان کی بیگم بھی اپنی زندگی کے آخری دن تک اسی مسلک پر قائم رہیں اور کبھی اس راستہ سے نہیں ہٹیں۔ وہ ہمیشہ موٹے جھوٹے سودیشی کپڑے استعمال کرتی تھیں۔

ہماری عورتیں جب کبھی اپنے عزیزوں کو اور بالخصوص اپنے خاوندوں کو سیاسی تحریکات میں جیل جاتے دیکھتی ہیں تو وہ بے اختیار رونے لگتی ہیں، مگر بیگم حسرت خدا جانے کس دل گردے کی خاتون تھیں کہ وہ اپنے خاوند کے جیل جاتے وقت کبھی نہیں روئیں۔ اس بارے میں ان کا تقابل ترکی کی مجاہد خاتون خالدہ ادیب خانم سے کیا جا سکتا ہے۔

جس زمانے میں (۱۹۲۲ء) مولانا حسرت یروڈا جیل (پونا) میں قید تھے، بیگم حسرت اپنی صاحبزادی اور داماد کی معیت میں پونا تشریف لائیں۔ ان دنوں ان کی مالی حالت قدرے سقیم تھی اور جب پونا کے مسلمانوں کو یہ حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنی طرف سے مالی امداد کی پیشکش کی، مگر غیور بیگم نے جواب میں صرف یہ کہا کہ "اگر آپ میرے خاوند کے مداح ہیں تو آپ کو چاہیے کہ ان کی کتابیں خرید یں، لیکن میں روپیہ قبول کرنے سے قطعاً معذور ہوں۔" پونا میں جب تک قیام پذیر رہیں وہ آپ اپنی کفیل رہیں اور اس بارے میں انہوں نے کسی کا احسان لینا گوارا نہیں کیا۔ وہ صحیح معنوں میں اپنے بہادر خاوند کا تتبع کرتی تھیں جنہوں نے ہمیشہ خود اعتمادی کی زندگی بسر کی۔ بیگم حسرت اپنے خاوند کی سچی رفیق تھیں۔ وہ کتابیں چھپوانے، ان کے پروف

پڑھنے، پریس کی دیکھ بھال کرنے اور سودیشی اسٹور چلانے میں ہمیشہ اپنے خاوند کا ہاتھ بٹاتی رہیں۔ الغرض مولانا حسرتؔ کا کوئی مشغلہ ایسا نہ تھا جس میں وہ دل و جان سے شریک نہ رہی ہوں۔

بیگم حسرت کی طبیعت میں بے حد مزاح تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پولیس تلاشی کی غرض سے علی گڑھ میں ان کی قیام گاہ پر آئی۔ بیگم حسرت نے چپہ چپہ دکھا دیا، مگر ایک مقفل صندوق کے بارے میں کیا کہ ''اسے ہاتھ نہ لگایئے گا۔ اگر اندر کا بم پھٹ گیا اور آپ لوگ ہلاک یا زخمی ہو گئے تو اس کی ذمّے داری مجھ پر نہ ہوگی۔'' پولیس انسپکٹر نے سپاہی سے کہا کہ ''صندوق کھول کر دیکھو کہ اس میں کیا ہے۔'' سپاہی خود خوفزدہ تھا اور اس لئے اس نے اپنے افسر سے کہا کہ ''ذرا اور انتظار کر لیجیے۔ اس صندوق کو مولانا ہی سے کھلوائیں گے۔''

جب تھوڑی دیر میں حسرتؔ آ گئے تو ان سے کہا گیا کہ وہ اس صندوق کو کھولیں۔ جب اسے کھولا گیا تو وہ اندر سے بالکل خالی نکلا۔ مولانا کو جب سارا واقعہ بتایا گیا تو انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں ہنستے ہوئے کہا: ''بیگم نے مذاق کیا ہوگا۔''

بیگم حسرت کئی اعتبار سے اپنے زمانے کی مسلم عورتوں سے بہت آگے تھیں۔ انہوں نے اجی پردہ چھوڑا لیکن حیا اور سادگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان کے ہاتھوں میں میں نے کبھی کوئی زیور نہیں دیکھا۔ وہ چوڑیوں سے بھی بے نیاز تھیں۔ ان کے لباس میں میں نے کبھی بھڑک یا نمود نہیں دیکھی۔ وہ سیدھی سادی خاتون تھیں اور بس۔ وہ پردہ سے اس لیے باہر آئی تھیں کہ ان کے خاوند کی رفاقت متقاضی تھی کہ وہ ایسا کریں۔

ایک مرتبہ مولانا حسرتؔ اپنی بیگم کے ساتھ بمبئی تشریف لائے اور وہاں کرافورڈ مارکیٹ کے قریب حاجیوں کے مسافر خانے میں قیام پذیر ہوئے۔ میں نے ان دونوں کو دعوت کرنی چاہی، مگر حسرتؔ نے اپنی معذوری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''تم اپنی بہن کو لے جاؤ۔'' چنانچہ وہ میرے مکان پر تشریف لائیں اور مجھے اور میری مرحوم بیوی دونوں کو متفخر فرمایا۔ اس کے بعد مجھے پھر کبھی موقع نہ ملا کہ میں انہیں اپنے یہاں مدعو کرتا۔

جب مولانا حسرتؔ پونا میں قید تھے، بیگم حسرت ان کے نام کتابیں بھیجتی رہتی تھیں۔ یہ سب

کتابیں منظوری کے لیے میرے پاس آتی تھیں۔ بیگم حسرت ان کتابوں کے حاشیوں پر نجی خط لکھ کر بھیجتی تھیں۔ پونا آنے کے بعد بھی وہ یہی کرتی رہیں۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ ''آخر آپ ان کتابوں کے حاشیوں پر خط کا مضمون کیوں لکھ دیا کرتی ہیں؟ آپ ان کے نام الگ خط کیوں نہیں بھیجتیں؟'' کہنے لگیں: ''نہ تو میرا کوئی خط مولانا تک پہنچ پاتا ہے اور نہ مجھے ملاقات ہی کی اجازت ملتی ہے، اس لیے خطوں کی باتیں حاشیوں میں لکھ بھیجتی ہوں۔'' میں نے انہیں بتایا کہ ''آپ اس طریقے سے میری پوزیشن کو خطرناک بنا رہی ہیں۔'' بہر حال میں نے اپنے مہربان اور شریف دوست اور افسر جے میکڈانل کے ذریعہ جو ہوم ڈیپارٹمنٹ میں اسسٹنٹ سیکریٹری تھے، ملاقات کی اجازت دلوادی اور اجازت بھی ایسی کہ جب چاہیں مل لیا کریں۔ اس کے بعد جا کر کہیں حاشیہ نویسی کا سلسلہ ختم ہوا اور میری جان میں جان آئی۔

مسز سروجنی نائیڈو نے بیگم حسرت کی جرأت رندانہ کا ایک دلچسپ واقعہ مجھ سے بیان کیا تھا جسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جب وزیرِ ہند مسٹر مانٹیگو اصلاحات کی اسکیم مرتب کرنے کے لیے ہندوستان تشریف لائے تو اس وقت یہ بھی طے پایا تھا کہ عورتوں کا ایک وفد ان کی خدمت میں پیش ہوگا۔ اس وفد میں بیگم حسرت بھی شامل تھیں۔ ان وفود میں وہی باتیں ہوا کرتی ہیں جو پہلے سے طے پا جاتی ہیں اور پروگرام میں سرِ مو فرق نہیں آتا۔ مگر دورانِ ملاقات میں بیگم حسرت نے مولانا کی گرفتاری، قید میں سختی اور دوسرے متعلقہ امور کے بارے میں تحریری شکایت وزیرِ ہند کے ہاتھ میں تھما ہی دی۔ مسز نائیڈو فرماتی تھیں کہ ''میں نے پیچھے سے چٹکیاں لے لے کر انہیں اس کام سے روکنا چاہا لیکن وہ بالکل نہ رکیں اور جب تک انہوں نے زبانی بھی حسرت کے بارے میں باتیں نہ کہہ ڈالیں اس وقت تک دم نہ لیا۔ وفد کے دیگر افراد اور متعلقہ حکام سب حیرت میں تھے مگر چپ تھے اور دم نہ مار سکتے تھے۔''

بیگم حسرت کا انتقال اپریل ۱۹۳۷ء میں بمقام کانپور ہوا۔ ان کی وفات سے برصغیر ایک غیر معمولی بہادر اور جری خاتون کی خدمات سے محروم ہو گیا۔

◉......◉......◉